عہدِ خلفاء راشدینؓ میں نظامِ زکوٰۃ کی عملی شکلیں

ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب *

Abstract:
Zakah plays a very important role in the development and welfare of the economy in the system of Islam. No one can deny the role of Zakah for the enhancement of the welfare of the economy. It has been empirically observed that Zakah has significantly impact on the variables like poverty, rehabilitation of the poors, provision of the basic needs and etc. during the period of Prophet (peace be upon him) and Khulfa-i-Rashdin System of Zakah is not only substitute for the social security system of the modern world but it is also has a positive and remarkable effect on the income distribution. In this present paper it has been concluded that the System of Zakah is a best example even for the welfare of the modern world.

زکوٰۃ کی اصل غرض وغایت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

"توخذ من اغنیا ھم فترد علٰی فقرائھم"(۱)

یعنی اُن کے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے انہی کے غرباء میں تقسیم کی جائے۔ زکوٰۃ ہر اُس مال میں واجب ہوتی ہے جو خود بڑھتا ہو یا کام کر کے بڑھایا جا سکتا ہو تا کہ صاحبِ مال کا تزکیہ اور اُس کا مال پاک ہو جائے اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی ہو۔ زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصود اسلامی معاشرہ میں ایک اقتصادی نظام پیش کرنا ہے تا کہ دولت مندوں کی دولت سے غرباء کی کفالت کی جا سکے اور انھیں دستِ سوال دراز کرنے سے پہلے ہی معاشی طور پر خود کفیل بنا دیں کہ وہ عزت اور خودداری کی زندگی بسر کر سکیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں مقیم تھے اور اسلامی ریاست کا وجود نہ تھا تو زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کا کوئی با قاعدہ نظام بھی نہ تھا۔ صرف صدقات وخیرات تک معاملہ رُک جاتا تھا لیکن جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی تو زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کا با قاعدہ نظام قائم کیا گیا۔ آپ ﷺ کے اِس دُنیا سے رخصت ہونے پر حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس نظام کو بڑی فعالیت کے ساتھ آگے بڑھایا۔ جس کی تفصیل مستند ماخذات سے پیش کرتے ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طرزِ عمل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی عظیم الشّان کارناموں سے لبریز ہے۔خصوصاً انہوں نے سوا دو برس کی قلیل مدتِ خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ کے جو لازوال نقش و نگار چھوڑے وہ قیامت تک محو نہیں ہو سکتے ۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد سرزمین عرب ایک دفعہ پھر ضلالت وگمراہی کا گہوارہ بن گئی تھی۔طبری کے بیان کے مطابق قریش وثقیف کے سوا تمام عرب اسلامی حکومت سے باغی تھا۔مدعیان نبوّت کی جماعتیں علیحدہ علیحدہ ملک میں شورش برپا کر رہی تھیں۔

قبائل عرب کا ارتداد:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق شام کے اس علاقہ میں روانہ کیا جہاں حضرت اُسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ بن حارثہ شہید ہوئے تھے وفد کو روانہ کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ ہی میں مقیم تھے عربوں کے وفد اسلام سے منحرف ہونا شروع ہو گئے تھے جو نماز کے تو قائل تھے لیکن زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی کوئی بات نہ مانی۔

حضرت نوفل بن معاویہ دیلمیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا تھا۔چنانچہ قبیلہ شربہ میں سے خارجہ بن حِصن نے زبردستی اِن سے زکوٰۃ کے وصول شدہ اموال چھین لئے اور بنوفزارہ کو واپس کر دئے ،نوفل بن معاویہؓ حضرت اُسامہؓ کی روانگی سے قبل ہی مدینہ طیبہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچ چکے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی مرتدین سے پہلی لڑائی اسود عنسی سے یمن میں ہوئی اس کے بعد یہ لڑائی خارجہ بن حِصن اور منظور بن زبّان بن سیار سے غطفان میں ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور اُسامہؓ کی روانگی کے بعد تمام عرب عام اور خاص مرتد ہو گئے ۔مسیلمہ اور طلیحہ نے نبوّت کا دعویٰ کیا اس کی جماعت اور طاقت بہت بڑھ گئی ،قبیلہ طے اور اسد ،طلیحہ کے ساتھ شامل ہو گئے ۔ اس طرح اشجع اور غطفان کے بعض خاندانوں کے خاص لوگوں کے علاوہ تمام غطفان مرتد ہو گیا اور انہوں نے طلیحہ کی بیعت کر لی ہوازن مرتد ہو گئے تھے انہوں نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا البتہ ثقیف اور ان کے حلیف اسلام پر قائم رہے اور ان کی اقتداء میں جدیلہ اور اعجاز بھی عام طور اسلام پر قائم رہے۔البتہ بنوسلیم کے خواص مرتد ہو گئے اور یہی حال تمام قبائل عرب کا تھا۔

یمن ، یمامہ ،اور بنو اسد کے علاقوں سے رسول اللہ ﷺ کے عاملین اور اُن کے نمائندے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اسود، مسیلمہ اور طلیحہ کی مدافعت اور مقاومت کا حکم بھیجا تھا حضرت ابوبکرؓ کے پاس مدینہ میں مختلف واقعات اور خطوط لے کر حاضر ہوئے اور یہ سب خطوط انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو دے دئے اور زبانی تمام حالات بیان کر دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ابھی ٹھیرو اور انتظار کرو کہ دیگر اُمراء، عمال اور عمائدین کے قاصد ان خبروں سے بھی زیادہ پریشان کن حالات کی خبریں لے کر آتے ہوں گے۔

چنانچہ کچھ ہی وقت کے بعد بلا استثناء رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ تمام اُمرا نے اپنے اپنے مستقر سے یہ اطلاع دی کہ ہر جگہ فتنۂ وارتداد برپا ہوگیا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو کہ مکمل طور پر یا اس کے بعض افراد مرتد یا باغی نہ ہو گئے ہوں اور مسلمانوں پر ہر طرح کی مصیبت اور پریشانی چھائی ہوئی ہے ۔''(۲)

منکرین زکوٰۃ مدینہ منورہ لوٹنے کی دھمکی دے رہے تھے غرض خورشید دو عالم ﷺ کے غروب ہوتے ہی اسلام کے چراغ سحری بن جانے کا خطرہ تھا۔لیکن خلیفۃ الرسول افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکرؓ نے اپنی روشن ضمیری، سیاست اور غیر معمولی استقلال کے باعث نہ صرف اس کو گُل ہونے سے محفوظ رکھا بلکہ پھر اس مشعل ہدایت سے تمام عرب کو منور کر دیا۔اس لئے حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اسلام کو جس نے دوبارہ زندہ کیا اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ یہی ذات گرامی ہے۔

مدینہ منورہ پر حملہ کا منصوبہ:

مدینہ منورہ کے قریب والے مرتدین کا وفد واپس آ گیا اور انھوں نے اپنے قبائل سے کہا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں بہت کم آدمی ہیں حملہ کرنے کا اچھا موقع ہے۔جبکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ان ریشہ دوانیوں سے بے خبر نہ تھے انہوں نے اس وفد کے اخراج کے بعد مدینہ منورہ کے تمام ناکوں پر باقاعدہ پہرے دار متعین کر دیئے تھے۔ حضرت علیؓ ،حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اس کام پر مقرر کیئے گئے ۔اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں، اس کے بعد اُن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تمام ملک کافر ہوگیا ہے اور وہ تمہاری قلت تعداد کو دیکھ گئے ہیں۔ وہ ضرور دن یا رات میں تم پر حملہ آور ہوں گے... حضرت ابوبکرؓ کی اس تقریر کے بعد صرف تین راتیں ہی گذریں تھیں کہ مرتدین نے رات ہوتے ہی مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا۔''(۳)

منکرین زکوٰۃ کے مدینہ منورہ پر حملے کے منصوبے کے بارے میں علامہ طبری لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خاص لوگوں کے علاوہ تمام قبائل اسد، غطفان، طےاور طلیحہ کے ساتھ ہو گئے بنو اسد سُمیرا میں جمع ہوئے، بنو فزارہ اور اُن کے قریب کے قبائل غطفان طیبہ کے جنوب میں جمع ہوئے۔ بنو طے اپنے علاقوں کی سرحد پر جمع ہوئے، ثعلبہ اور بنو سعد اوران کے حلیف قبائل مرّہ اور عبس ربذہ کے مقام ابرق میں جمع ہوئے...ابرق جو بنو مرّہ میں تھے عوف بن سنان ان کا سردار تھا اور حارث بن سبیع ثعلبہ اور عبس کا سردار تھا۔ان قبائل نے اپنے وفود مدینہ منورہ بھیجے...حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آ کر انہوں نے کہا کہ نماز پڑھتے رہیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر حق کو راسخ کر دیا انہوں فرمایا اگر یہ زکوٰۃ کی اونٹ باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُن کی یہ بات نہ مانی۔''(۴)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہم فیصلے:

اس میں شک نہیں خلیفہ دوم کے عہد میں بڑے بڑے کام انجام پائے، مہمات امور کا فیصلہ ہوا یہاں تک کہ روم و ایران کے دفتر اُلٹ دئے گئے تاہم اس کی داغ بیل کس نے ڈالی؟ ملک میں یہ باعزیمت روح کب پیدا ہوئی؟ خلافت الٰہیہ کی ترتیب وتنظیم کا سنگِ بنیاد کس نے رکھا؟ یقیناً ان تمام سوالوں کے جواب میں صرف صدیق اکبرؓ ہی کا نام لیا جا سکتا ہے اور دراصل وہی اس کے مستحق ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اُمت محمدیہ پر احسانات میں سے ایک اہم ترین احسان یہ ہے کہ آپ نے منکرین و مانعین زکوٰۃ کے شر وفساد کو جس جوانمردی اور مستقل مزاجی سے ختم کیا اور جن حالات میں اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے والے اس فتنہ کا سد باب کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کا حصہ تھا کہ اس خطرناک موڑ پر آپ کے پائے استقامت ذرہ برابر بھی نہیں ڈگمگائے، کیونکہ غارِ ثور کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سینہ پر جو سکینہ نازل ہو گیا تھا اس کا اثر ہوا کہ آپ نے نہایت سکون اور یقین محکم اور ایمان غیر متزلزل کے ساتھ کوہ گراں کی مانند ثابت قدم رہے اور تمام مانعین زکوٰۃ کو قابو کر کے دم لیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زکوٰۃ وصول کرنے کا جو طریقہ تھا اس کو برقرار رکھتے ہوئے اعلان فرمایا:

’’اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صدقات وصول کا جو طریقہ رائج رہا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور میرا زکوٰۃ وصول کرنے کا طریقہ کا روہی ہوگا جو رسول اکرم ﷺ کیا کرتے تھے۔(۵)

نصاب زکوٰۃ سے متعلق حضرت ابوبکرؓ کا تفصیلی خط:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے انہیں زکوٰۃ وصول کرنے ے لئے بحرین بھیجا تو انہیں ایک ہدایت نامہ لکھ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ اس صدقہ فرض (زکوٰۃ) کے بارہ میں ہدایت نامہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں پر فرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے نافذ کرنے کے بارے میں اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص سے شرعی ضابطہ کے مطابق زکوٰۃ کا مطالبہ کیا جائے تو اس کی ادائیگی کرے اور جس شخص سے شرعی مقدار سے زیادہ کا مطالبہ کیا جائے وہ زائد مقدار کی ادائیگی نہ کرے زکوٰۃ کا نصاب یہ ہے:

اونٹ کی زکوٰۃ:

چوبیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ میں بکریاں واجب ہوتی ہیں اس طرح ہر پانچ اونٹوں میں پر ایک بکری ہے (یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور پانچ سے نو تک ایک بکری اور دس سے چودہ دو بکریاں الخ) جب اونٹوں کی تعداد پچیس ہوجائے تو پچیس سے پینتیس تک ایک ایسی اونٹنی جو ایک سال کی ہو (بنت مخاض)۔چھتیس سے پینتالیس تک ایک دوسالہ اونٹنی (بنت لبون)۔ پھر چھیالیس سے ساٹھ تک ہو جائیں تو ان میں ایک حِقّہ (چارسالہ اونٹنی) جو افزائش نسل کے قابل ہو، پھر جب اکسٹھ سے پچھتر تک ہوجائیں تو ان میں ایک جذعہ (پانچ سالہ اونٹنی) جب چھتر سے نوّے تک ہو جائیں ان میں دو بنت لبون، پھر جب اکیانوے سے ایک سو بیس تک ہو جائیں تو ان دو حقہ جو افزائش نسل کے لائق ہوں، پھر ایک سو بیس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حِقہ۔

اور جس کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں ہاں اگر ان کا مالک دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ پھر جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو ان میں ایک بکری واجب ہوگی۔

اور جس شخص کے پاس اتنے اونٹ ہوں کہ اُن میں زکوٰۃ کے طور پر ایسی اونٹنی واجب ہوتی ہو جو چار سال

پورے کر کے پانچویں سال میں لگ گئی ہو (یعنی اکسٹھ سے پچھتر تک تعداد میں) اور اُس کے پاس چار سال کی اونٹنی نہ ہو جسے وہ زکوٰۃ میں دے سکے۔ بلکہ تین سال کی اونٹنی موجود تو اس سے تین ہی سال کی اونٹنی زکوٰۃ کی مد میں وصول کی جا سکتی ہے۔ مگر زکوٰۃ دینے والا اس تین سالہ اونٹنی کے ساتھ دو بکریاں بھی ادا کرے ورنہ بصورت دیگر بیس درہم ادا کرے۔

اور اگر کسی شخص کے پاس اونٹوں کی ایسی تعداد ہو جس میں تین سال کی اونٹنی واجب ہوتی ہو (یعنی چھیالیس سے ساٹھ تک کی تعداد) اور اس کے پاس زکوٰۃ میں دینے کی لئے تین سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہو تو اس سے چار سال والی اونٹنی ہی لے لی جائے۔ مگر زکوٰۃ وصول کرنے والا اُسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے۔

اور اگر کسی شخص کے پاس اونٹوں کی ایسی تعداد موجود ہو جس میں تین سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہو اور اس کے پاس تین سالہ کوئی اونٹنی نہ بلکہ دو برس کی اونٹنی ہو تو اس سے دو سالہ اونٹنی ہی لے لی جائے۔ البتہ زکوٰۃ دینے والا دو بکریاں یا بیس درہم بھی اس کے ساتھ دے گا۔

اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں دو سالہ واجب ہوتی ہو (جیسے چھتیس سے پینتالیس تک کی تعداد) اور اس کے پاس دو سالہ اونٹنی کے بجائے تین سالہ اونٹنی ہو تو اس سے تین سالہ اونٹنی ہی وصول کر لی جائے مگر یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے زکوٰۃ دینے والے کو بیس درہم یا دو بکریاں واپس کرنے کا پابند ہوگا۔

اور اگر کسی شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں جن میں دو سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہو اور وہ اس کے پاس موجود نہ ہو بلکہ اس کے ایک سالہ اونٹنی ہو تو اس سے ایک برس کی اونٹنی کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں زکوٰۃ کی مد میں وصول کی جائیں گے۔

اور اگر ایک شخص کے پاس اتنی تعداد میں اونٹ ہوں کہ جن میں ایک برس کی اونٹنی واجب ہوتی ہو (جیسے بیس سے پچیس تک کی تعداد) اور اس کے پاس ایک سالہ اونٹنی موجود نہ ہو تو بلکہ دو سالہ اونٹنی موجود ہو تو اس سے دو سالہ اونٹنی زکوٰۃ کی مد میں وصول کر کے زکوٰۃ وصول کرنے والا اُسے دو بکریاں یا بیس درہم واپس کر دے۔

اور اگر اس کے پاس زکوٰۃ کی مد میں دینے کے لئے ایک سالہ اونٹنی نہ ہو اور نہ ہی دو سالہ اونٹنی ہو بلکہ دو سال کا اونٹ ہو تو اس سے اونٹ ہی لے جائے گا مگر اس صورت میں اور کوئی چیز واجب نہیں ہوگی (یعنی نہ تو زکوٰۃ لینے والا

کچھ واپس کرے گا اور نہ زکوٰۃ دینے والا کچھ واپس کرے گا۔)

بکریوں کی زکوٰۃ:

جنگل میں چرنے والی بکریوں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ جب چالیس سے ایک سو بیس تک ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ کی مد میں دینا واجب ہوگی، پھر ایک سو بیس سے زیادہ ہوجائیں تو دو سو تک دو بکریاں پھر جب دو سو سے زیادہ ہوجائیں تین سو تک تو ان میں تین بکریاں اس کے بعد ہر سو بکریوں پر ایک بکری ادا کرنا ہوگی۔

اور اگر کسی شخص کے پاس جنگل میں چرنے والی بکریاں چالیس سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی البتہ اگر ان کا مالک بطور نفلی صدقہ کے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

زیادہ دینے والا اس بات کا خیال رکھے کہ زکوٰۃ میں خواہ اونٹ ہو، گائے یا بکری وہ بوڑھی اور عیب دار نہ ہو اور نہ بکرا دیا جائے ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا کسی مصلحت کی تحت بکرا چاہے تو درست ہے۔ اور متفرق جانوروں کو یکجا نہ کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے، نیز جس نصاب میں دو آدمی شریک ہوں تو انھیں چاہیے کہ وہ دونوں برابر تقسیم کرلیں۔

چاندی:

چاندی میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے بشرطیکہ دو سو درہم ہوں، اور اگر ایک سو نوے درہم ہوں تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں البتہ اگر مالک بطور نفلی صدقہ کے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے(۶)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

اس میں شک نہیں کہ فاروق اعظمؓ نے اپنے حُسن تدبر اور غیر معمولی سیاسی قوتِ عمل سے روم و ایران کے دفتر اُلٹ دیئے۔ اور اِن کی دولت و مملکت فرزندان توحید کا وِرثہ بن گئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کا سب سے اہم کارنامہ یہ کہ انہوں نے مفتوحہ ممالک میں حکومت و سلطنت کی بنیاد مستحکم کی اور مفتوح اقوام کے جذبۂ خودسری کو رفتہ رفتہ اپنے حسن تدبیر اور حسنِ عمل سے اس طرح ختم کردیا کہ مسلمانوں کی باہمی کشمکش کے موقعوں پر انہیں سرتابی کی ہمت نہ ہوئی۔

اسلام میں خلافت کا سلسلہ گو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد میں شروع ہوا اور ان کے مختصر زمانہ خلافت میں بھی بڑے بڑے اہم کارہائے نمایاں انجام پائے لیکن منظّم اور باقاعدہ حکومت کا آغاز حضرت عمرؓ کے عہد سے

شروع ہوا انہوں نے نہ صرف قیصر وکسریٰ کی وسیع سلطنتوں کو مملکت اسلامیہ میں شامل کیا بلکہ حکومت وسلطنت کا باقاعدہ نظام بھی قائم کیا اور اس کو اس قدر ترقی دی کہ حکومت کے جس قدر اہم شعبے ہیں وہ سب عہدِ فاروقی میں وجود پذیر ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بہت سے مالی وملکی، سیاسی وانتظامی، معاشرتی وتمدنی اصلاحات تجویز فرمائیں جنہیں اوّلیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیت المال یا دفتر خزانہ کا قیام باضابطہ طور پر وجود میں آیا۔ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کار کو باقاعدہ منظّم طریقہ سے رواج دیا اور اُس کے حساب کتاب کے لئے دفاتر اور اُن میں کام کرنے والے دیانت دار افراد کا تقرر فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ تجارت کے گھوڑوں اور غلاموں پر زکوٰۃ مقرر کی گئی۔

زکوٰۃ کے متعلق تمام احکام خود رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مرتب ہو چکے تھے حضرت عمرؓ کے عہد میں سابقہ احکام میں جو اضافہ ہوا وہ یہ تھا کہ تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر ہوئی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا تھا(۷)۔ لیکن اس سے معاذ اللہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی کیونکہ آپ ﷺ نے جو الفاظ ارشاد فرمائے تھے اُن سے بظاہر سواری کے گھوڑے مفہوم ہوتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے اسی مفہوم کو قائم رکھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے وقت تجارت اور نسل کشی کے گھوڑے نہیں تھے اس لئے ان کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہونے کی کوئی وجہ نہیں بہرحال زکوٰۃ کی مد میں یہ ایک نئی آمدنی تھی اور اس کا آغاز حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں ہوا۔(۸)

زکوٰۃ کی مَد میں اضافہ:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض ایسے علاقے فتح ہوئے جن میں لوگ باقاعدہ گھوڑوں کے پرورش اور ان کی نسل افزائی کیا کرتے تھے شام کے لوگوں نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ وصول کریں انہوں نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ کو لکھا آپ نے بھی انکار کیا اس کے بعد لوگوں نے دوبارہ ابوعبیدہؓ سے کہا انہوں نے انکار کیا اور حضرت عمرؓ سے دوبارہ استفسار کیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھ بھیجا کہ اگر وہ دینا چاہیں تو ان سے لیکر فقراء مساکین کو دے دینا، لونڈیوں اور غلاموں کی خوراک پر صرف کرنا۔(۹)

حضرت عمرؓ نے اس نئے محصول کو عائد کرنے کا فیصلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشورہ کے بعد

ہی کیا تھا۔ شام سے ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کی نسبت دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میرے دو ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے جو کچھ کیا ہے میں بھی وہی کروں گا پھر آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا۔ ان صحابہ کرام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں جب تک یہ ان پر جزیہ نہ بن جائے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور دیگر فقہاء صحابہ کرام کی آراء کی روشنی میں اہل شام سے گھوڑوں کی زکوٰۃ وصولی کے احکامات جاری فرمائے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے گھوڑوں کی زکوٰۃ پر صحابہ کرام کا اتفاق و اجماع ہو گیا تھا۔ (۱۰)

حضرت عمرؓ کو گھوڑوں کی پرورش اور پرداخت کا خاص خیال تھا کیونکہ وہ میدان جنگ میں کام آتے تھے بصرہ میں ایک نافع نامی شخص جس کی کنیت ابوعبداللہ تھی، بصرہ میں گھوڑوں کی پرورش و پرداخت کا کام شروع کرنے والے پہلے شخص تھے۔ حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ منورہ حاضر ہو کر درخواست کی کہ بصرہ میں ایک زمین ہے جو خراجی زمینوں میں سے نہیں ہے اگر وہ مجھے عطا کی جائے تو اس سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے بھی اس شخص کی سفارش کی۔ حضرت عمرؓ نے اس کی درخواست منظور کرتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو لکھا کہ وہ زمین اس کو جاگیر میں دے دی جائے۔ (۱۱) ساتھ ہی گورنر کے نام ایک ہدایتی مراسلہ لکھا کہ آپ اس کی زراعت اور گھوڑوں کی پرورش اور پرداخت میں اس کو مدد دیں۔ (۱۲)

حضرت عمر بن الخطاب نے ابوعبیدہؓ بن الجراح کو گھوڑوں کی زکوٰۃ کے بارے میں لکھا: کہ گھوڑوں کے مالکوں کو اختیار دو، اگر چاہیں تو ہر گھوڑے سے ایک دینار ادا کریں ورنہ قیمت لگاؤ اور ہر دوسو درہم سے پانچ درہم وصول کر لو۔ (۱۳)

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب علاء الحضرمی کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تو انہیں ہدایت کی کہ ہر گھوڑے سے دو بکریاں یا دس درہم لینا۔ (۱۴)

مستحقین زکوٰۃ کی دادرسی:

امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کا ایک واقعہ بیان کیا ہے:

''ایک روز حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت کسی درخت کے سائے میں قیلولہ کر رہے تھے کہ ایک عورت کسی ایسے آدمی کی تلاش کرتے ہوئے ان کے پاس آئی جو اس کی سفارش کر سکے اور کہنے لگی میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بچے بھی ہیں۔ امیر المؤمنین عمرؓ بن خطاب نے محمد بن مسلمہ کو زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے لئے بھیجا

تھا مگراس نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔خدا تم پر رحم کرے میری سفارش تو اُن کے پاس کردو حضرت عمرؓ نے اپنے خادم بیرفاء کو آواز دی اور کہا کہ محمد بن مسلمہ کو بلا کر لاؤ۔اس عورت نے کہا کہ اگر تم میرے ساتھ اس کے پاس چلو تو میرا کام ضرور ہو جائے گا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ان شاءاللہ وہ ابھی تمہارا کام کردے گا۔بیرفاء محمد بن مسلمہ کے پاس گئے اور کہا آپ کو امیر المؤمنین یاد کر رہے ہیں ان کے پاس چلیں۔

محمد بن مسلمہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین !السلاعلیکم۔یہ سُن کر وہ عورت گھبرا گئی۔ حضرت عمرؓ نے ابن مسلمہ سے کہا بخدا میں تم میں سے بہترین افراد کو زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کے لئے منتخب کرتا رہا ہوں۔جب اللہ تعالیٰ تم سے اس عورت کے متعلق پوچھے گا تو تم کیا جواب دوگے۔یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی آپ کے ارشادات پر سرِ تسلیم خم کیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکامات دیئے اُن پر پورا پورا عمل کیا اور فقرء ومساکین کو جو زکوٰۃ کے مستحق تھے زکوٰۃ دیتے رہے۔رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیقؓ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے انہوں نے بھی زکوٰۃ کے معاملے میں سنتِ نبوی کی پوری پیروی کی،حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد مجھ پر خلافت کا بار پڑا میں تم میں سے بہترین افردکو زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کے لئے مقرر کرتا رہا ہوں اب اگر میں تمہیں اس کام پر بھیجوں تو اس عورت کو اس سال اور پہلے سال دونوں کی زکوٰۃ دینا۔ہوسکتا ہے میں تمہیں آئندہ اس کام کیلئے مقرر نہ کروں۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عورت کے لئے ایک اونٹ منگوایا اور اسے کچھ آٹا اور گھی دے کر فرمایا یہ لے لو ہم خیبر جارہے ہیں وہاں ہم سے ملنا وہ عورت خیرہ کے مقام پر اُن سے ملی حضرت عمرؓ نے اسے مزید دو اونٹ دیئے اورفرمایا یہ لے لو جب تک محمد بن مسلمہ دوبارہ تمہارے پاس نہیں آتا اس وقت تک تمہارے گزارے کے لئے کافی ہوں گے میں نے اُسے حکم دے دیا ہے کہ وہ اس سال اور پچھلے سال کی زکوٰۃ کا حصہ تمہیں دے دے''۔(۱۵)

حضرت عمرؓ،محمد بن مسلمہ اور اس عورت کے درمیان گفتگو سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ زکوٰۃ کے فلسفہ کو منظّم اجتماعی کفالت اور اسلامی مساوات پر کتنی خصوصی توجہ دیتے۔اُسے عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے عُمّال کی کس قدر سخت باز پرس کرتے تھے۔اور اس سے اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ جو کہ دینِ اسلام کا بنیادی رکن اور اجتماعی فریضہ ہے کی اہمیت وافادیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کی وصولی میں رعایت:

عہدِ فاروقی میں ۱۷ھ کے آخری ایام اور ۱۸ھ کے آغاز میں عراق، شام اور مصر میں جہاں طاعون کی سخت وبا پھیلی اور اسلام کی بڑی بڑی یادگاریں خاک میں چھپ گئیں وہاں سرزمین عرب کے وسیع علاقہ میں عظیم قحط ظاہر ہوا جسے مؤرخین ''عام الرمادہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس کی بعض قبائل عرب میں سے دو تہائی افراد لقمہ اجل بن گئے۔ غلہ کی کمی سے تمام ملک میں بڑی پریشانی پھیلی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے قحط کو دور کرنے اور لوگوں کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی بھرپور کوشش میں حیرت انگیز سرگرمی اور جفاکشی کا اظہار فرمایا۔

قحط کے زمانہ میں حضرت فاروق اعظم نے قسم کھائی کہ جب تک لوگ قحط کی مصیبت سے نجات حاصل نہیں کر لیتے وہ نہ گھی چکھیں گے اور نہ گوشت کھائیں گے۔ قحط کی وجہ سے حضرت فاروق اعظمؓ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا لوگوں کے سوال کرنے پر'' فرمایا کہ ایک عربی آدمی جو گھی اور دودھ کھاتا تھا لوگوں پر قحط کی مصیبت آئی تو اُس نے یہ چیزیں اُس وقت اپنے اوپر حرام کر لیں جب تک لوگ قحط کی مصیبت سے آزاد ہو کر خوشحال نہ ہو جائیں، اُس نے زیتون کھانا شروع کر دیا تو اس کا رنگ بدل گیا اور بھوکا رہا تو اور زیادہ تغیر رونما ہو گیا۔''

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاروق اعظمؓ کے بدن پر قحط سالی کے زمانہ میں ایک تہ بند دیکھی جس میں سولہ پیوند تھے۔ اور اُن کی چادر چھ بالشت کی تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ اے اللہ اُمت محمدیہ کی ہلاکت میرے قدموں پر نہ کرنا۔

مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبہ جات کے گورنروں اور عاملوں کو سرکاری احکامات بھیجے گئے کہ اہل مدینہ کے لئے غلہ جہاں تک ممکن ہو روانہ کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے بیس جہاز غلّہ کے سمندری راستہ سے روانہ کئے اور ایک ہزار اونٹ خشکی کے راستہ سے بھیجے جو آٹے سے لدے تھے اور اس کے ساتھ پانچ ہزار چادریں بھی روانہ کیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تین ہزار اونٹ آٹے کے اور تین ہزار چادریں دربار خلافت میں روانہ کیں۔ ان کے علاوہ والی کوفہ نے دو ہزار اونٹ آٹے کے بھیجے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے ''عام الرمادہ'' میں لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی وصولی مؤخر فرمادی تھی۔ حضرت یحیٰ ابن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ''عام الرمادہ'' میں صدقہ وزکوٰۃ کی وصولی مؤخر کر دی تھی۔ ''سعایہ'' (زکوٰۃ وصدقہ وصول کرنے والے عاملین) کو زکوٰۃ کے وصولی کے لئے روانہ نہیں فرمایا۔ جب

دوسرے سال بارش نازل ہونے کی وجہ سے خشک سالی دور ہوئی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ''سعایہ'' کو زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا۔''سعایہ'' نے دوسال کی زکوٰۃ وصول کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا کہ ایک سال کی زکوٰۃ تقسیم کردیں اور ایک سال کی زکوٰۃ اُن کے پاس لے آئیں۔

حوشب بن بشر الفزاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ''عام الرمادہ'' میں ہم نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ قحط نے ہمارا مال کم کردیا، جس کے پاس کثیر مال ومتاع تھا اُس کے پاس صرف اتنا باقی رہ گیا کہ وہ قابل ذکر نہ تھا۔حضرت فاروق اعظمؓ نے اس سال صدقہ وصول کرنے والوں کو نہیں بھیجا۔قحط سالی کے بعد جب عاملین زکوٰۃ نے دوسال کی زکوٰۃ وصول کی تو آپ نے فرمایا ایک سال کی زکوٰۃ وہیں تقسیم کردو اور ایک سال کی زکوٰۃ مدینہ منورہ لائی جائے۔قبیلہ بنوفزارہ سے صرف ساٹھ حصے ملے تیس تقسیم کردئے گئے اور تیس دربارِ خلافت میں لائے گئے۔حضرت فاروق اعظمؓ نے عاملین کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے پاس وہیں جائیں جہاں لوگ اپنے جانوروں کے ساتھ چراہ گاہوں وغیرہ میں موجود ہوں۔

ایک روایت میں ہے ''عام الرمادہ'' میں صدقہ وصول کرنے والوں کو بھیجا اور اُن کو تاکید کی کہ قحط نے جس کی ایک بکری اور ایک چرواہا باقی رکھا ہے اُسے دینا اور جس کے پاس دو بکریاں اور دو چرواہے بچے ہوں اُس کو صدقہ نہ دینا۔

حکم بن صلت فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن شریک الفزاری کو کہتے سُنا کہ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں مویشی چرایا کرتا تھا۔میں نے پوچھا کہ صدقہ وصول کرنے کے لئے تمہارے پاس کس کو بھیجا جاتا تھا تو اُنہوں نے کہا کہ مسلمہ بن مخلّد ہمارے امیروں سے صدقہ لیتے تھے اور ہمارے فقیروں کو دیتے تھے۔(۱۶)

ذمیوں کی نگہداشت وکفالت:

شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے لکھا ہے:

'' کہ حضرت فاروق اعظمؓ ایک یہودی کے پاس سے گذرے جو یہ کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں نے مجھے سختی میں مبتلا کردیا مجھ سے جزیہ وصول کرتے رہے یہاں تک میری بینائی زائل ہوگئی اور اب میری کوئی خبرگیری کرنے والا نہیں۔حضرت عمرؓ نے سن کر فرمایا کہ ہم نے انصاف نہیں کیا یہ اُن لوگوں کے بارے میں ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **إنما لصدقات للفقرآء والمساکین... الخ** صدقات تو صرف غریبوں اور محتاجوں کا...اس

کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا اس کے لئے وظیفہ جاری کر دیا جائے۔''(۱۷)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا نصف آخر طرح طرح کی اندورنی و بیرونی سازشوں اور فتنوں کی سرکوبی میں گذرا۔ بہت ہی زیادہ بغاوتیں فرو کرنا پڑیں، مصر میں بغاوت ہوئی، اہل آرمینیہ اور آذربائیجان نے خراج دینا بند کر دیا، اہل خراسان نے سرکشی اختیار کی یہ تمام بغاوتیں درحقیقت اسی جذبہ کا نتیجہ تھیں جو مفتوح ہونے کے بعد بھی اقوام کے جذبۂ آزادی کو برانگیختہ کرتا رہتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے تمام بغاوتوں کو نہایت خوش اسلوبی اور حسن تدبیر کے ساتھ فرو کیا اور آہستہ آہستہ تشدد و تلطف کی مجموعی حکمتِ عملی سے مفتوحہ ممالک کی عام رعایا کو اطاعت اور انقیاد پر مجبور کر دیا۔ لیکن ادھر یہ بھی ہوا کہ اسلامی ریاست کے دیگر محکموں کی طرح مالیات کے محکمہ کی گارکردگی کسی حد تک متاثر ہوئی۔

فاروق اعظمؓ نے ملکی نظم و نسق کا جو دستور العمل مرتب کیا تھا حضرت عثمانؓ نے اس کو بعینہٖ باقی رکھا چنانچہ گھوڑوں کی زکوٰۃ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں وصول کی جاتی تھی۔(۱۸)

اور مختلف شعبوں کے جس قدر محکمے قائم ہو چکے تھے ان کو منضبط کر کے ترقی دی یہ اسی نظم و نسق کا اثر تھا کہ ملکی محاصل میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مصر سے خراج بیس لاکھ دینار تھا لیکن عہد عثمانی میں اس کی مقدار چالیس لاکھ تک پہنچ گئی۔(۱۹)

جدید فتوحات کے باعث جب مُلکی محاصل میں غیر معمولی اضافہ ہوا تو بیت المال کے مصارف میں بھی اضافہ ہُوا۔ چنانچہ اہل وظائف کے وظیفوں میں ایک ایک سو درہم کا اضافہ ہوا۔ حضرت عمرؓ رمضان میں اُمہات المؤمنین کو دو دو درہم اور عوام کو ایک ایک درہم روزانہ بیت المال سے دلاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کا طریقہ برقرار رکھا مگر اس میں یہ اضافہ کیا کہ وہ رمضان المبارک میں کھانا تیار کرا کے مسجد میں رہنے والوں مسافروں اور سائلین میں تقسیم کراتے تھے اس کے علاوہ بعض دوسرے لوگوں کے لئے کھانا بھی مقرر کیا۔(۲۰)

حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں جو اہم تبدیلی رونما ہوئی ہے وہ اموال زکوٰۃ کی اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کے عنوان سے تقسیم۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اموال زکوٰۃ میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کے

درمیان کوئی فرق نہ تھا۔لیکن حضرت عثمان ﷛ کے عہد خلافت میں جب مال کی کثرت ہوگئی جن پر زکوٰۃ واجب الادا تھی تو اموال ظاہرہ اور باطنہ کی تقسیم عمل میں آئی۔اموال باطنہ کی زکوٰۃ خود صاحبِ نصاب کی ذمہ داری ٹہری اور اموالِ ظاہرہ سے حسبِ سابق اسلامی ریاست زکوٰۃ وصول کرتی رہی۔(۲۱)

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''صدرِ اوّل سے لے کر آخر عہد عباسیہ تک یہ نظام بلا استثنا قائم رہا،لیکن ساتویں صدی ہجری میں جب تاتاریوں کا سیلاب تمام اسلامی ممالک میں اُمڈ آیا اور نظام خلافت معدوم ہوگیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب کیا کرنا چاہئے اس وقت پہلے اس بات کی تخم ریزی ہوئی کہ زکوٰۃ کی رقم بطورِ خود خرچ کرڈالی جائے،کیونکہ غیر مسلم حاکموں کو نہیں دی جاسکتی۔''(۲۲)

حضرت علی ﷛ کا طرز عمل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تقریباً پورا دور خلافت طرح طرح کی اندورنی و بیرونی سازشوں،خانہ جنگی اور شورش کی نذر رہوا۔ چنانچہ بدقسمتی سے مختلف قسم کی شورشوں اور مسلمانوں کے باہمی افتراق واختلافات،شروفساداور ایک دوسرے پر عدم اعتماد کی وجہ سے اُنہیں کما حقہ کامیابی نہیں ہوئی۔اور اُنہیں ایک لمحہ بھی سکون اطمینان کا نصیب نہ ہوا۔اس لئے آپ کے زمانہ میں فتوحات کا دروازہ تقریباً بند ہوگیا۔ملکی انتظام کی طرف بھی توجہ کرنے کی فرصت ان کو نہ مل سکی۔لیکن ان گوناں گوں مشکلات کے باجود حضرت علیؓ کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے عبارت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلافت کو منہاج نبوّت کے مطابق چلانے کی بھر پور کوشش کی،آپ جس زہدو تقویٰ،دینداری،امانت،عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنا چاہتے تھے اور لوگوں کو جس راستہ پر لے جانا چاہتے تھے زمانہ کے تغیر اور حالات کے انقلاب سے لوگوں کے قلوب میں اس کی صلاحیت باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ ریاست کے دفاع کی وجہ سے اُنہیں رفاہی کاموں میں زیادہ موقع نہ مل سکا جس کی وجہ دیگر امور کی طرح نظام زکوٰۃ وعشر وغیرہ کسی نہ کسی حد تک ضرور متاثر ہوا۔

حضرت علی ﷛ حضرت عمر ﷛ کی جانب سے گھوڑوں پر زکاۃ لگانے کے اقدام کو درست نہ سمجھتے تھے آپ کا خیال تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے مقرر نہیں فرمائی لہذا اُسے فرضیت کا درجہ دینا مناسب نہیں۔حضرت علیؓ نے

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ سے متعلق حضرت عمرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس میں کوئی حرج نہیں جب تک یہ ان پر جزیہ نہ بن جائے۔(۲۳)

چنانچہ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور آئی تو انہوں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی تھی۔(۲۴)

قرض کی زکوٰۃ:

حضرت علیؓ کے نزدیک قرض کی زکوٰۃ قرض دینے والا جو صاحب مال ہے وہ ادا کرے گا، مقروض پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔(۲۵)

جانوروں کی زکوٰۃ کے بارے میں عام فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ چھوٹے بڑے مویشیوں کا ایک ساتھ حساب لگایا جائے گا، جبکہ حضرت علیؓ کم عمر مویشیوں کو بڑی عمر کے مویشیوں کے ساتھ گنا کرتے تھے لیکن فقراء کی مصلحت کے پیش نظر زکوٰۃ میں چھوٹی عمر کے مویشی قبول نہیں کرتے تھے، آپ نے عثمان بن حنیف کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں لکھا تھا ''کہ بھیڑوں، بکریوں اور اونٹوں کے بچے زکوٰۃ میں وصول نہ کرنا۔(۲۶)

متفرق اشیاء کی زکوٰۃ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام زرعی اجناس مثلاً گندم اور دیگر اناج پر زکوٰۃ عائد کر دی تھی، اس کے علاوہ انگور، منقہ، کھجور، شہد، دفینوں، سونا، چاندی، جانوروں وغیرہ کی زکوٰۃ وصول فرما کر مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کراتے تھے۔(۲۷)

شریک بن نملہ فرماتے ہیں:

حضرت علیؓ نے مجھے صدقات جمع کرنے کے کام پر مامور کر کے بھیجا میرے ساتھ میرا بھائی بھی چلا گیا، میں نے صدقات جمع کر لئے تو اُن میں سے ایک اونٹ اپنے بھائی کو دے دیا اور اُس سے کہہ دیا کہ اگر حضرت علیؓ اس کی اجازت دے دیں گے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ اونٹ میرے مال میں سے ہوگا یعنی پھر میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ جب حضرت علیؓ کے پاس واپس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ ان صدقات میں تمہارا حصہ بھی تو ہے، شریک بن نملہ چونکہ صدقات جمع کرنے پر مامور تھے اس لئے اُن کو اموال زکوٰۃ میں سے ایک حصہ دیا گیا۔(۲۸)

عہدِ خلفائے راشدینؓ میں نظامِ زکوٰۃ اسلامی ریاست کا اہم ترین شعبہ تھا جس کی نگرانی ہر خلیفہ نے از خود کی ہر ایک نے دوسرے سے زیادہ بہتر نظام چلانے کی سعی جاری رکھیں۔ صاحبِ نصاب سے مکمل زکوٰۃ وصول کی کسی بھی طرح کوئی رعایت کسی سے روا نہ رکھی اس لیے بیت المال زکوٰۃ سے بھر گیا۔ تقسیم زکوٰۃ کا عمل بھی صاف وشفاف تھا۔ جس کی بنا پر اس عہد میں نظام زکوٰۃ وعشر کے ثمرات معاشرہ میں پھیلے جس سے غربت وافلاس کا خاتمہ ہوا اور مملکتِ اسلامیہ معاشی خود انحصاری کی طرف بڑی تیزی سے بڑھی جس سے اُس کا شمار دُنیا کی فلاحی ریاستوں میں ہونے لگا بلکہ اسی نظام کی بدولت معاشرتی بہبود کو ریاست میں عملی طور پر دیکھا گیا۔ معذوروں، بیماروں، بیواؤں، قرض داروں کا ذریعہ پرورش بنا کر انھیں مکمل معاشرتی تحفظ (Social Security) دیا۔ اس لیے عہدِ خلفائے راشدینؓ کے نظامِ زکوٰۃ کی عملی شکلیں آج بھی ہر اسلامی ریاست کے لیے بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکوٰۃ، رقم ۱۳۰۸

(۲) طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۲:۴۷۴-۴۷۶ ۔

(۳) ایضاً، ۲:۴۷۶-۴۷۷۔

(۴) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے:

صنعانی ،مصنف عبد الرزاق، ۴:۴۴۔

طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم و الملوک ،۲:۴۷۶- ۴۹۰، مطبعہ الاستقامہ بالقاہرہ ۱۹۳۹ء ۔

(۵) بخاری، الجامع الصحیح ،کتاب المناقب، باب قرابۃ رسول اللہ، رقم: ۳۴۳۵، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۱۹۱۳۔

(۶) بخاری، الجامع الصحیح ،کتاب الزکوٰۃ، باب من بلغت عندہ صدقۃ بنت مخاض ولیست عندہٗ، رقم: ۱۳۶۱، ۱۳۶۲۔

(۷) بخاری، الجامع الصحیح ،کتاب الزکوٰۃ، باب لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ، رقم: ۱۳۷۰، ۱۳۷۱۔

(۸) شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، ص: ۳۳۰ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔

(۹) ابوعبید القاسم، کتاب الاموال، ص: ۴۱۸، نمبر: ۱۳۶۴-۱۳۶۶۔

حمید بن زنجویہ، کتاب الاموال، ۳: ۱۰۲۳۔

(۱۰) صنعانی، مصنف عبد الرزاق، ۴: ۳۵،

جصاص، احکام القرآن، ۳: ۱۵۳-۱۵۴۔

زرقانی، شرح الزقانی علی مؤطا لامام مالک، ۲: ۱۸۴، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۹۰ء۔

شوکانی، نیل الاوطار من اَحادیث خیر الاخیار، ۴: ۱۹۶۔

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی، فقہ حضرت عمرؓ، ۳: ۳۶۲، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، ۱۹۹۰ء۔

(۱۱) ابوعبید القاسم، کتاب الاموال، ۷۷ نمبر ۶۸۷۔

(۱۲) بلاذری، کتاب الفتوح البلدان، ص: ۴۵۲۔

(۱۳) کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۲: ۴۴۔

زحیلی، الفقه الاسلامی و اَدِلَّتُهٗ، ۲: ۸۴۷۔

(۱۴) ایضاً۔

(۱۵) ابوعبید، کتاب الاموال، ص: ۵۳۰-۵۳۱، نمبر: ۱۹۱۹۔

(۱۶) تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۹۶-۱۰۸۔

(۱۷) دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، ۲: ۱۰۸-۱۰۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی، سن ندارد۔

(۱۸) صنعانی، مصنف عبد الرزاق بن همام، ۴: ۳۵۔

(۱۹) بلاذری، فتوح البلدان، ص: ۳۲۳، ۲۲۶۔

(۲۰) طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۳: ۳۰۷۔

(۲۱) جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی، حنفی، احکام القرآن، ۳: ۱۵۳-۱۵۴، سہیل اکیڈمی، لاہور۔

ابن ہمام، فتح القدیر، ۲: ۴۸۷۔

(۲۲) پروفیسر کرم حیدری، مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ، ص: ۶۹، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔

(۲۳) ابوعبید، کتاب الاموال، ص: ۴۱۸، نمبر: ۱۳۶۴-۱۳۶۶۔

حمید بن زنجویۃ، کتاب الاموال، ۳: ۱۰۲۳۔

(۲۴) صنعانی، مصنف عبد الرزاق، ۴: ۶ ۔

(۲۵) محمد روّاس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ص: ۳۷۵، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور ۱۹۹۲ء

(۲۶) ایضاً، ص: ۳۷۷۔

(۲۷) تفصیل کے لیے دیکھئے: محمد روّاس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ص: ۳۷۱۔

(۲۸) محمد روّاس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ص: ۳۹۰۔